Al-Qawārīr- Vol: 01, Issue: 01, Dec-2019

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

خواتین سے نبی کریم ﷺ کی مشاورت اوراس کے سماجی مظاہر سیرت النبی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی روشنی میں

The Prophet's Consultation with Women and its Social Manifestations in the Light of Seerah

Muhammad Junaid Anwar*
Lecturer: Department of Sports Sciences, University of the Punjab, Lahore.
Dr. Fayyaz Ahmad Channa*
Department of Comparative Religion and Islamic Culture. University of Sindh. Jamshoro.

Version of Record
Received: 17-Dec-19 **Accepted**: 24-Dec-19
Online/Print: 30-Dec-19

ABSTRACT

Consultation is one of the precepts of living in Islamic civilization. Holy Prophet did it with his companions so many times in his life. Holy Prophet also practice advice with Female companions (Sahabiyaat.). This article gives a clear view about Muslim women advices to the Holy prophet (Sallallah-o-Alaih-e wasallam). In his teachings, the Holy Prophet (PBUH) taught the lesson of good behavior with women and counseling them in life matters. The clearest example of this is the role of Hazrat Khadija (RA) in the beginning of Islam. In the incidents, advice was given to the Holy Prophet (PBUH) by women, on whom the Holy Prophet (PBUH) never expressed displeasure, but accepted them and acted upon them.

***Keywords**: Gender, Women, Prophet hood, Muslim women. Advice.*

اسلامی تہذیب میں زندگی گزارنے کے حوالے سے موجود احکامات میں سے ایک مشاورت بھی ہے۔ دینِ اسلام نے جس ماحول میں کھڑے ہو کر اس کی تلقین کی وہ من مانیوں اور من چاہے قوانین و ضوابط کا دور تھا۔ اس عہد میں تو ہر حاکمِ وقت کا کہا ہی مستند ہوا کرتا تھا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے تعلیمِ امت کی خاطر نبی کریم ﷺ کو مشورے کی ہدایت کی۔ پوری امت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ وحی سے قطع نظر آپ ﷺ عقل و دانش اور علم و فہم میں تمام لوگوں سے برتر تھے۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ﴾[1]

CC BY

''اور آپ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لیا کیجئے۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی اس پر عمل فرمایا اور مسلمانوں کو بھی باہم مشاورت قائم کرنے کی تاکید فرمائی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾[2]

''اور ان کا کام (آپس میں) باہم مشاورت سے انجام پاتا ہے۔''

اصطلاحی مفہوم کے لحاظ سے مشاورت سے مراد ایک ایسا ملی اور اجتماعی عمل ہے، جس میں ہر وہ شخص حصہ لینے کا پابند ہے جو اپنے علم و فضل، اخلاق و کردار، حکمت و بصیرت اور خدمات کی بنا پر اس عمل میں حصہ لینے کا اہل ہے۔ للذا جو شخص بھی مشاورت کے عمل میں حصہ لینے کا اہل ہے اور اور صاحب علم و حکمت ہے، اس کو اپنے اس علم و حکمت کی بنیاد پر اس امر کی اپنی مقدور بھر کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اپنے اس تمام تر علم و حکمت کو پوری طرح نچوڑ کر امت کو ایسے اجتماعی فیصلے تک پہنچنے میں مدد دے جو پوری امت کی اجتماعی حکمت و بصیرت اور دانائی کا عکاس ہو، اور جو تمام انسانوں کے معاشرتی امراض کا شافی علاج ہو۔ اسی عمل کو قرآن مجید میں شوریٰ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک ایسی نیشنل ورکشاپ ہوتی ہے جس میں ہر شخص اپنے اپنے تجربے اور علم کے مطابق حصہ لیتا اور رائے دیتا ہے، اور تمام آراء سامنے آنے کے بعد ان کے بطن سے جو اجتماعی حکمت اور ملی بصیرت جنم لیتی ہے اس کا نام شوریٰ ہے۔[3] اس سلسلے میں قرآن مجید میں اصولی ہدایت یہ دی گئی ہے۔[4] اس کی وضاحت میں ہمارے سامنے نبی کریم ﷺ کا عمل موجود ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

((ان النبی صلی الله علیه وسلم سئل عن الامر یحدث لیس فی کتاب ولا سنة فقال ینظر فیه العابدون من المؤمنین))[5]

''نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایسے معاملے میں کیا صورت اختیار کی جائے جو قرآن و سنت میں کہیں مذکور نہ ہو تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے معاملے کے حل کے لئے اہلِ ایمان کے عبادت گزار افراد کا فیصلہ مانا جائے گا۔''

اس مضمون کی وضاحت ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

" قلت: یا رسول الله! ان عرض لی امرلم ینزل قضاء فی امره ولا سنة کیف تامرنی قال تجعلونه شوریٰ بین اهل الفقه والعابدین من المومنین ولا تقض فیه برایک خاصة۔ "[6]

''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے کوئی ایسا واقعہ در پیش آجائے جو قرآن و سنت میں مذکور نہ ہو تو اس کے حل کے بارے میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو قانون اسلام میں بصیرت رکھنے والوں اور صالحین کے مشورے سے طے کرو اور اس میں تنہا اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بھی مسلمانوں سے مشورہ کرنے کا حکم دیا۔[7] اس حکم ربانی کی تعمیل میں آپ ﷺ کاروبارِ زندگی کے اہم امور نیز عسکری و جنگی امور میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ فرماتے تھے جس سے ان کی حوصلہ افزائی ہونے کے ساتھ ساتھ زیرِ مشاورت مسئلے کے مختلف پہلو بھی سامنے آجایا کرتے تھے۔مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب اہل مکہ کی جانب سے مسلمانوں رکاوٹیں کا علم ہوا تو اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیا اور فرمایا:

((أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ , أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيلَ إِلَى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَصُدُّونَا عَنْ الْبَيْتِ؟ فَإِنْ يَأْتُونَا كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوبِينَ" ,قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ خَرَجْتَ عَامِدًا لِهَذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيدُ قَتْلَ أَحَدٍ وَلَا حَرْبَ أَحَدٍ , فَتَوَجَّهْ لَهُ , فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ , قَالَ:" امْضُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ))[8]

"اے لوگو! مجھے مشورہ دو (یعنی مجھے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے) آپ لوگوں کی کیا رائے ہے کہ میں ان (کافروں) کے گھر والوں اور اولاد کو سبق سکھادوں جو کہ ہمیں بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر وہ ہمارا مقابلہ کریں گے تو کافی اور غلبے والا ہے جس نے جاسوس کو مشرکین کی برائی سے بچالیا اور اگر وہ ہمارا مقابلہ نہیں کریں گے تو ہم انہیں لوٹے اور بھاگے ہوئے لوگوں کی طرح چھوڑ دیں گے۔سیدنا ابو بکرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ صرف اللہ کے گھر کا ارادہ لے کر آئے ہیں اور کسی ایک کا بھی قتل نہیں چاہتے اور نہ کسی سے جنگ چاہتے ہیں۔آپ چلیے، اگر کسی نے ہمیں بیت اللہ سے روکا تو ہم لڑیں گے، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: چلو آگے بڑھو اللہ تعالیٰ کے نام پر۔"

غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسیؓ کا خندق کھودنے کا مشورہ قبول کیا۔

مشاورتی عمل سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَائَكُمْ وَأُمُورُكُمْ شُورَى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَائَكُمْ وَأُمُورُكُمْ إِلَى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا۔))[9]

"جب تم میں سے بہترین لوگ تمہارے حکمران ہوں اور تمہارے اہلِ ثروت افراد سخی ہوں اور تم لوگوں کے باہمی معاملات مشورے سے طے ہوتے ہوں تو تمہارے لئے زمین کے پیٹ (اندرونی سطح) سے بہتر زمین کی پشت (سطح) کے اوپر رہنا ہے اور جب تم لوگوں کے حکمران بدترین اشخاص ہوں اور تمہارے اہلِ ثروت بخیل ہوں اور تمہارے معاملات (خالصتاً) عورتوں کے ہاتھ میں ہوں تو زمین کا پیٹ (یعنی زمین کے اندر دفن ہو جانا) تمہارے لئے اس کی پشت سے (یعنی زندہ رہنے سے) بہتر ہوگا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"وہ انسان جس سے مشورہ طلب کیا جائے، امانت دار کی حیثیت رکھتا ہے۔ایسے شخص کو چاہئے کہ جب اس سے مشورہ طلب کیا جائے تو وہ اس بارے میں وہی رائے دے جو وہ اپنے لئے تجویز کرتا ہے۔"[10]

خواتین سے مشاورت

قبل اس کے کہ ہم نبی آخر الزماں ﷺ کی سیرت طیبہ سے خواتین کے ساتھ مشاورت کی مثالیں پیش کریں، اس حوالے سے علماء اسلام کا نکتہ نظر بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات مد نظر رہے کہ ہماری بحث کا محور خواتین کا اللہ کے محبوب نبی ﷺ کو کسی بھی حیثیت میں مشورہ دینا اور اللہ کے رسول ﷺ کا اس پر رد عمل اور اس سے مستنبط کی جانے والی راہنمائی اور نکات ہیں۔ اس ضمن میں عمومی مشاورت سے لے کر حکومتی معاملات میں اپنی رائے پیش کرنے اور مشاورت کے عمل میں شریک ہونے کا عمل احاطہ بحث میں شامل ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نبی بھی تھے اور سربراہِ حکومت بھی تھے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ اسلامی ریاست کے شورائی عمل میں عورتوں کی شرکت کے قائل نظر نہیں آتے، وہ ﴿الرجال قوامون على النساء﴾ اور ((لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة)) سے استشہاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”یہ دونوں نصوص اس باب میں قاطع ہیں کہ مملکت میں ذمہ داری کے مناصب (خواہ وہ صدارت ہو یا وزارت یا مجلس شوری کی رکنیت یا مختلف محکموں کی ادارت) عورتوں کے سپرد نہیں کئے جا سکتے، اس لئے کسی اسلامی ریاست کے دستور میں عورتوں کو یہ پوزیشن دینا، یا اس کے لئے گنجائش رکھنا نصوص صریحہ کے خلاف ہے، اور اطاعت خدا اور رسول ﷺ کی پابندی قبول کرنے والی ریاست اس خلاف ورزی کی سرے سے مجاز ہی نہیں ہے۔“[11]

تاہم بعض دوسرے معاصر علماء خواتین کی شورائی عمل میں شرکت اور اس کے لئے تشکیل کردہ مجالس شوری کی رکنیت کی بھرپور وکالت کرتے ہیں۔ علامہ علال فاسی سورہ بقرہ کی آیت ﴿فان أرادا فصالا عن تراض منهما وتشاورفلا جناح عليهما﴾ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب چھوٹے خاندان کی سطح پر عورت سے خاندانی امور میں مشورہ کو مطلوب قرار دیا گیا، تو بڑے خاندان یعنی امت اور ریاست کی سطح پر آدھے خاندان (خواتین) کو شورائیت کے حق سے کیسے محروم رکھا جا سکتا ہے۔[12]

ڈاکٹر علی محمد الصلابی نے خواتین کی شورائی عمل میں شرکت کے حق میں حیات رسول ﷺ اور خلافت راشدہ کی عملی نظیریں پیش کی ہیں، جن سے خواتین کا ریاست کے امور میں مشورے دینا، اور ان مشوروں کو قابل لحاظ مقام دیا جانا معلوم ہوتا ہے۔ خاص طور سے خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کا خاص اہتمام منقول ہے۔[13]

ڈاکٹر علی محمد الصلابی نے ایک لطیف استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں عورت کا مشورہ کرنا بھی مذکور ہے اور مشورہ دینے کا بھی تذکرہ ہے، مشورہ مانگنے کی مثال سورہ نمل آیت ۲۹ تا ۳۵، میں مذکور ملکہ سبا کا واقعہ ہے جس میں ملکہ سبا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیغام کے تعلق سے اپنے درباریوں سے مشورہ مانگا تھا، جبکہ مشورہ دینے کی مثال سورہ قصص کی آیت نمبر ۲۶ میں مذکور وہ واقعہ ہے جب دو بہنوں میں سے ایک نے اپنے والد کو موسیٰ کی خدمات حاصل کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ قرآن مجید میں مذکورہ دونوں واقعات اس انداز سے بیان کئے گئے ہیں کہ شارع کی رضامندی ظاہر ہوتی ہے۔[14]

عورتوں کو امور مملکت سے یکسر دور کر دینے کا مولانا مودودی کا موقف، آیت خلافت کی مولانا مودودی کی تفسیر سے بھی ہم آہنگ نہیں ہے، کیونکہ خلافت کا وہ وصف جو مولانا کے بقول ہر مسلمان کو کار جہانبانی میں شریک ٹھہراتا ہے، اس وصف میں مرد اور عورتیں برابر کی شریک ہیں، مولانا خود لکھتے ہیں:

"ایسی سوسائٹی میں ہر عاقل و بالغ مسلمان کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، رائے دہی کا حق حاصل ہونا چاہئے، اس لئے کہ وہ خلافت کا حامل ہے، خدا نے اس خلافت کو کسی خاص معیار لیاقت یا کسی معیار ثروت سے مشروط نہیں کیا ہے، بلکہ صرف ایمان و عمل صالح سے مشروط کیا ہے، لہذا رائے دہی میں ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہے۔"[15]

اگر رائے دہی کا حق خواتین کو حاصل ہے تو اسلامی ریاست کی مجلس شوری کی رکن ہو کر ریاست کی انتظامیہ کو مشورہ دینے کا حق حاصل کیوں نہ ہو۔

عورت کے حق رائے دہی کے سلسلے میں بنیادی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾[16] کی جہاں تعلیم دی ہے، وہاں عورت مرد کی کوئی تفریق نہیں کی ہے، بلکہ جن اوصاف کے درمیان شورائیت کے وصف کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے کوئی بھی وصف مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

خلفاء راشدین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو صراحت سے ملتا ہے کہ وہ عورتوں سے مشورہ لیتے تھے اور ان کی رائے قبول بھی کرتے تھے۔[17] عربی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

"أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ , ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا سَعِيدُ بْنُ عُثْمَانَ التَّنُوخِيُّ , ثنا مُعَاوِيَةُ بْنُ حَفْصٍ الْكُوفِيُّ , أنبأ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ , عَنْ هِشَامٍ , عنِ ابنِ سِيرِينَ، قَالَ: إِنْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيَسْتَشِيرُ فِي الْأَمْرِ, حَتَّى إِنْ كَانَ لَيَسْتَشِيرُ الْمَرْأَةَ ،فَرُبَّمَا أَبْصَرَ فِي قَوْلِهَا , أَوِ الشَّيْءَ يَسْتَحْسِنُهُ , فَيَأْخُذُ بِهِ "[18]

اللہ کے رسول ﷺ کی خواتین کے ساتھ مشاورت

یہ بات قطعی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خواتین کے ساتھ باہمی مشاورت فرماتے تھے اور اس کی مختلف امثلہ سیرت طیبہ میں موجود ہیں۔ یہ مشاورت دونوں جانب سے ہوا کرتی تھی کہ نبی کریم ﷺ مشورہ لیا بھی کرتے تھے اور مشورہ دیا بھی کرتے تھے۔

حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

"كان النبى ﷺ يستشير حتى المراة فتشير عليه بالتى فياخذ به"[19]

"نبی ﷺ کثرت سے مشاورت فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ (کسی) عورت سے بھی مشورہ کیا کرتے تھے اور وہ (عورت) کبھی ایسی رائے دیتی تھی جس کو آپ ﷺ قبول کر لیتے تھے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کو عملی مشورہ دینا

نبی کریم ﷺ کی طلوعِ اسلام اور آغازِ اسلام کے وقت بہترین مشیر و مددگار بھی قبیلۂ نسواں سے ہی تھیں اور وہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ گھبرائے ہوئے اپنے گھر آئے اور خود کو کمبل اوڑھانے کا حکم دیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی بلکہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان کا آپ ﷺ کو وہاں لے جانا ایک لحاظ سے عملی مشورہ تھا جس میں آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ نے آپ ﷺ کے سامنے آنے والے وقت اور واقعات کے حوالے سے اختیار کئے جانے والے لائحہ عمل کا مشورہ سامنے رکھا اور اس پر ورقہ بن نوفل کی گواہی دلوائی کہ آپ ﷺ پر نازل ہونے والا فرشتہ وہی ہے جو حضرت موسیٰ پر بھی اللہ کی وحی لے کر نازل ہوا کرتا تھا۔

بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ، وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ،الخ))[20]

لہٰذا جہاں حضرت خدیجہ کے الفاظ کو تسلی و اطمینان دلانے کے حوالے سے دلیل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے وہاں انہی الفاظ کو آپ ﷺ کو مشورہ دینے اور اس میں عملی تعاون کے ضمن میں بھی لیا جا سکتا ہے۔آپ ﷺ نے واضح فرما دیا تھا کہ عورت خواہ مالکہ ہو یا لونڈی ، عزت و احترام کا حق رکھتی ہے۔آپ ﷺ کی بے مثال کامیابی ظاہر کرتی ہے کہ عورت اور مرد کا تعاون ہی کامیابی کا راز ہے۔ گویا ایک طرف تو عورت گھر کے انتظام و انصرام کی ذمہ دار ہے تو دوسری طرف مشاورت کے لحاظ سے مشیرِ اعلیٰ بھی ہے۔آپ ﷺ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ عورتوں سے مشورہ لینا اچھی بات ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ رب کریم نے ان کو معاملہ فہمی کی خصوصی صلاحیت عطا فرمائی ہوئی تھی اور آپ اللہ کے محبوب نبی ﷺ کی بہترین مشیر تھیں۔

سن ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب قریش نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا تھا اور مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی، یہاں تک کہ مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہوا، بظاہر آنحضرت ﷺ نے قریش مکہ کی تمام شرائط و مطالبات کو منظور کر لیا تھا جن میں اس دفعہ حج کئے بغیر مدینہ واپسی کی شرط بھی تھی۔ صحابہ کرامؓ پر یہ بات بہت سخت گزری جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کی نیت سے سیکڑوں میل کی مسافت طے کر کے آئے تھے اور اپنی قربانی کے جانور بھی ساتھ لائے تھے۔ ایسی صورت حال میں انہیں ایک تو حج ادا نہ کرنے کا صدمہ تھا اور دوسرا رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اپنی قربانیاں یہیں پر ذبح کر دو اور اپنے سر منڈوا لو۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو پہلے ہی رنج اور تکلیف کی کیفیت سے گزر رہے

تھے، ساکت ہو کر رہ گئے اور کسی نے بھی قربانی کے جانوروں کی طرف توجہ نہ دی۔ اپنے جانثار ساتھیوں رضی اللہ عنہم کی یہ حالت دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئے اور ان کے سامنے ساری کیفیت بیان فرمائی۔ حضرت ام سلمہؓ نے آپ ﷺ کو انتہائی مفید مشورہ دیتے ہوئے کہا:

((اخرج ولا تکلم احدا منھم کلمة حتی تنحر بدنک، وتدعو حلاقا فیحلقک۔))[21]

"آپ ﷺ باہر تشریف لے جائیں اور جب تک قربانی نہ کر لیں ان میں سے کسی سے گفتگو نہ کریں اور پھر کسی کو بلا کر اپنا حلق (سر منڈا) لیں۔"

دوسری روایت میں الفاظ اس طرح ہیں:

((يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَتُحِبُّ ذَلِكَ اخْرُجْ، ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ، فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ نَحَرَ بُدْنَهُ وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ، فَلَمَّا رَأَوْا ذَلِكَ قَامُوا فَنَحَرُوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا))[22].

"اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے منشا کے مطابق قربانی کریں اور سر منڈوائیں۔۔۔(تو پھر) آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے جائیں اور اپنی قربانی کا جانور ذبح کرنے تک ان میں سے کسی سے بھی گفتگو نہ کریں۔ اور حجام کو بلائیں جو آپ ﷺ کے بال کاٹے۔ اس پر آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور قربانی کا جانور ذبح کرنے تک آپ ﷺ نے کسی سے گفتگو نہ فرمائی اور حجام کو بلایا جس نے آپ ﷺ کے بال کاٹے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو اٹھ کر قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال کاٹنے لگے۔ حالانکہ ان کی شدت غم کا یہ عالم تھا کہ گویا ایک دوسرے کو (اس غم سے) قتل کر دیتے۔"

آپ ﷺ کو یہ مشورہ بہت بھایا چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ صحابہ کرام نے جب یہ دیکھا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے قربانی کر دی ہے اور حلق بھی کروالیا ہے تو انہوں نے بھی اپنی اپنی قربانی کر دی[23] اور اتنی تیزی سے ایک دوسرے کے بال کاٹنے لگے کہ جلد بازی کی وجہ سے کچھ صحابہ اپنے ساتھیوں کو زخمی کرنے لگے۔[24]

روایت سے یہ بات مکمل وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے اپنی تمام تر عظمت اور بڑائی کے باوجود جب اپنی زوجہ محترمہ سے جا کر مشاورت کی تو انہوں نے جو مشورہ دیا، اس پر عمل کرنے سے ایک نہایت اہم مسئلے کا فوری حل نکل آیا جس پر آپ ﷺ خود بھی سخت پریشان تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ مشورہ علم النفس کے ایک بڑے مسئلے کو حل کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی میں ان کو کس درجہ کمال تھا۔ امام الحرمین کے قول کے مطابق صنف نازک کی پوری تاریخ اصابت رائے کی ایسی عظیم الشان مثال نہیں پیش کر سکتی۔[25]

اس پورے واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ بعض اوقات پیچیدہ مسائل کے حل میں بیوی ساتھ دیتی ہے، ایسے وقت میں بیوی سے مشورہ ضرور لینا چاہئے اور مشورہ معقول ہو تو اس پر عمل بھی کرنا چاہئے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کو فتح مبین بنانے میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دانشمندانہ مشورے کا بھی بڑا دخل ہے۔

آپ ﷺ کے اس طرز عمل سے یہ بات سامنے آئی کہ دینی اور دنیاوی معاملات میں خواتین سے مشورہ لیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے کہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے عمر میں چھوٹی اور زوجہ محترمہ تھیں، پھر بھی ضرورت پڑنے پر آپ ﷺ نے ان سے مشورہ کیا۔ علامہ ابن حجرؒ اس پوری بحث کو بیان کرنے کے بعد نتیجے کے طور پر تحریر کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر سرور کائنات ﷺ کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کرنا صائبۃ الرائے خواتین سے مشاورت کرنے کے اصول کو بیان کرتا ہے۔[26]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس واقعے کے بعد نتیجے کے طور پر لکھا ہے:

"وفیه فضل المشورة وان الفعل اذا انضم الی القول كان ابلغ من القول المجرد وليس فيه ان الفعل مطلقا ابلغ من القول وجواز مشاورة المراة الفاضلة" [27]

مولانا ادریس کاندھلویؒ اس واقعہ پر تبصرہ لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

حق تعالیٰ شانہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جزائے خیر دے جن کی صائب رائے نے یہ عقدہ حل کیا اور نبی اکرم ﷺ کی خاطرِ عاطر سے اس تکدر کو دور فرمایا جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا مشورہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صائب اور نہایت صحیح تھا۔ اس طرح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ مشورہ بھی نہایت صائب اور موجبِ خیر اور برکت ہوا۔[28]

گویا اس پورے واقعے سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی عقل و دانش کو ہی حرف آخر نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اپنی رفیقہ حیات سے بھی اہم معاملات پر مشاورت کرنا اور باہمی سوچ بچار سے معاملات کا حل نکالنا بابرکت عمل ہے۔ نہ عورت اپنے طور پر فیصلہ کرے اور نہ ہی مرد ایسا کرے بلکہ دونوں قدم سے قدم ملا کر اور ایک دوسرے کو ہم نوا بنا کر اور اعتماد میں لے کر فیصلہ کریں۔

۲۔ اس ضمن میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے جس میں اگرچہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس براہ راست شریک نہ تھی لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر بھی اپنے مشاورت سے مسلمانوں کی بہترین راہنمائی کی۔ ہجرت حبشہ کے موقع پر جن مسلمانوں نے ہجرت کی ان میں سے ام سلمہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں (جو بعد میں آپ ﷺ کے عقد نکاح میں آئیں۔)[29] ابن ہشام نے اپنی کتاب میں ہجرت حبشہ سے متعلق ان کی تفصیلی روایت "حديث ام سلمة عن الرسولين اللذين ارسلتهما قريش للنجاشى" کے زیر عنوان شامل کی ہے۔ نجاشی کے دربار میں جب قریش کے سفارتکار عمرو بن العاص نے مسلمانوں کی حوالگی کا مطالبہ کیا بادشاہ نے کہا کہ ہم کسی صورت ان کو واپس نہیں بھیجیں گے، اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عمرو بن العاص نے اس کے جواب میں کہا کہ کل میں ایسی بات کروں گا کہ اس کو رد نہیں کیا جاسکے گا اور نہ جواب دیا جاسکے گا پھر بادشاہ کو ان کو

نکال باہر کرنا پڑے گا۔ چنانچہ دوسرے دن پھر طلبی ہوئی اور گفتگو میں ان سے کہا گیا کہ ان سے پوچھئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟[30]

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ دوسرے دن پیش ہونے سے پہلے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے فراست ایمانی سے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگلے روز اس قسم کی بات پیش آنے والی ہے اس لئے مشاورت کی ایک مجلس منعقد کی گئی جس میں صحابیات رضی اللہ عنہن بھی موجود تھیں۔اس مجلس میں سب سے اچھا مشورہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دیا جو اس وقت نبی کریم ﷺ کے عقد نکاح میں نہیں آئی تھیں اور ان کے شوہر بھی وہیں موجود تھے۔ مشاورت اس مسئلے پر ہو رہی تھی کہ کل دربار میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں جو مسئلہ پیش آئے گا اس میں ہمیں کیا مؤقف اختیار کرنا ہے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس میں ہمیں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں واضح طور پر اپنا عقیدہ اور مؤقف پیش کر دینا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہماری رائے کیا ہے اور اس میں کسی قسم کی مزاحمت کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بات طے کر لی گئی۔ اب دوسرے دن جیسے ہی مسلمانوں نے اپنا مؤقف پیش کیا تو قریش کے سفیروں نے کہا کہ یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ مانتے ہیں اور اللہ کا بیٹا نہیں سمجھتے۔ عیسائیوں کے ہاں تثلیث کا عقیدہ تھا۔ لیکن چونکہ بادشاہ عالم تھا اور انجیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں واقف ہونے کی وجہ سے اس نے مسلمانوں کی بات کی تائید کی اور زمین سے تنکا اٹھا کر کہا کہ جو کلام پڑھا گیا ہے اس میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک ہی چراغ سے نکلے ہیں۔[31]

اس واقعے سے یہ بات سامنے آئی کہ ایک مسئلے کے حل کے لئے مسلمان مرد و خواتین نے دینی و سیاسی مسئلے کے حل کے لئے باہمی مشاورت کی اور ایک خاتون کے صائب مشورے پر سب نے اتفاق کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس معاملے میں کامیابی عطا فرمائی۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا

مشیر کا کام مشورہ دینا ہے، اصرار کرنا یا اپنی رائے مسلط کرنا درست رجحان نہیں ہے، مشورہ لینے والے کا مقصد مختلف پہلوؤں سے معاملہ کو پہچاننا اور سمجھنا ہوتا ہے تاکہ غور و فکر کے بعد بہترین پہلو کو اختیار کرتے ہوئے اس پر عمل کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ مشورہ لینے والا مشورہ میں شریک سب لوگوں کی آراء و افکار پر عمل نہیں کر سکتا، اپنے معروضی اور مخصوص حالات و پس منظر کے سبب وہ کسی ایک رائے یا پہلو کو پسند کر سکتا ہے؛ اس لیے اگر کسی کے مشورہ پر عمل نہ کیا جائے تو اس سے دلگیر اور رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ خندہ پیشانی سے مشورہ کرنے والے کے فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کیا جانا چاہیے۔

حضرت بریرہؓ کا نکاح حضرت مغیثؓ سے ہوا تھا، حضرت بریرہؓ باندی تھیں، جب وہ آزاد کی گئیں تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں شرعی حکم بتایا کہ اب آپ کو اختیار ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ آزادی سے اپنی خانگی زندگی گزاریں یا آپ چاہیں تو علیحدگی اختیار کر لیں، حضرت بریرہؓ اپنے خاوند سے خوش نہیں تھیں؛ للہذا علیحدگی کا ارادہ کر لیا، ان کے شوہر حضرت مغیثؓ کو ان سے کافی محبت تھی، ان کی خواہش تھی کہ بریرہ علیحدگی اختیار نہ کریں، حضرت مغیث نے بریرہ لو راضی کرنے کے لئے بہت تگ و دو کی لیکن وہ تیار نہ ہوئیں، آخری کوشش کے طور پر حضرت مغیثؓ نے نبی اکرم ﷺ سے سفارش کرائی تو حضرت بریرہؓ نے سوال کیا:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ قَالَتْ: لاَ حَاجَةَ لِي فِيهِ)) (32)

"یارسول اللہ! یہ حکم ہے آپکا؟(یا مشورہ ہے)(اگر حکم ہے تو سرتابی کی مجھے جرأت نہیں)آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفارش ہے(یعنی کہ یہ حکم نہیں مشورہ ہے،)حضرت بریرہ نے عرض کیا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔(پھر تو میں اس مشورے کو قبول کرنے یا نہ کرنے میں آزاد ہوں۔ مجھے ان کے زندگی گزارنی مشکل ہے؛اس لیے میں علیحدگی اختیار کرنا چاہتی ہوں۔)"

اس واقعے میں دیکھئے کہ نبی اکرم ﷺ کے مشورے کو بریرہؓ نے سماعت فرمایا لیکن اس کے ساتھ ہی اپنی آزادی رائے اور مشاورت کا حق استعمال کرتے ہوئے آپ ﷺ کی رائے اور مشورے کے برعکس اپنی رائے اور آسانی کو ترجیح دی اور اس پر سرورِ کائنات ﷺ نے کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔

حضرت بریرہؓ سے ایک دوسرے موقع پر بھی نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر مشورہ طلب کیا تھا۔وہ واقعہ افک سے متعلق مشورہ تھاجب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور ان کی پاک دامنی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہونے میں دیر ہوئی تو سرور کائنات ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو طلب فرمایا اور ان سے اس معاملے پر مشورہ کیا۔ حضرت اسامہؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی زوجہ مطہرہ کے بارے میں خیر کے علاوہ اور کسی چیز کا علم نہیں رکھتے۔ حضرت علیؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ پر کوئی سختی اور تنگی نہیں ہے، ان کے سوا بھی عورتیں بہت ہیں، آپ خادمہ سے بھی دریافت فرمالیجئے، وہ سچی بات بیان کریں گی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہؓ کو بلایا (جو حضرت عائشہؓ کی خصوصی خادمہ تھیں)اور ان سے (استفہامی و مشاورتی انداز میں) دریافت فرمایا: "یا بريرةُ، هل رأيتِ فيها شيئًا يَريبُك؟" "بریرہ! کیا تم نے عائشہ میں کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں شبہ ہوا ہو۔" حضرت بریرہؓ نے عرض کیا:

((لا والذي بعثك بالحق، إنْ رأيتُ منها أمرًا أَغمِصه عليها قطُّ، أكثر مِن أنَّها جارية حديثة السنِّ، تَنام عن العجين، فتأتي الداجِن فتأكُلُه)) 33

"نہیں، جس ذات نے آپ کو حق اور سچائی کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس ذات کی قسم کہ میں نے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کا عیب میں ان کے حوالے سے بتاسکوں۔ زیادہ سے زیادہ میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ نوعمر ہیں، آٹا گوندھ کر سوجاتی ہیں تو بکری آکر اسے کھالیتی ہے۔"

اس واقعے کا تجزیہ کیا جائے تو یہ چیز سامنے آتی ہے کہ درحقیقت سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت علیؓ کے مشورے پر حضرت بریرہؓ کو طلب کیا تھا اور ان سے حضرت عائشہؓ کے متعلق دریافت کیا تھا، اس سوال جواب کا بنیادی مقصد حضرت بریرہؓ سے خوشگوار ماحول میں اس واقعے کے بارے میں اور حضرت عائشہؓ کے روز و شب کے حوالے سے مشاورت کرنا مقصود تھی۔ جس کے جواب میں حضرت بریرہؓ نے حضرت عائشہؓ کی کم سنی کے حوالے سے بات کی اور اس بات کو واضح کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات بے عیب ہے۔ اس

کے ضمن میں یہ مشورہ دینا مقصود تھا کہ آپ ﷺ مطمئن رہیں اور منافقین کی باتوں پر دھیان نہ دیں جو حضرت عائشہؓ پر تہمت لگا کر آپ ﷺ کو اذیت دے رہے ہیں۔

پھوپھیوں کا محسنِ نسواں ﷺ کو مشورہ

اعلانِ نبوت کے بعد جب قریب ترین رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دینے کا حکمِ الٰہی ملا تو رسول اکرم ﷺ کی پھوپھیوں نے آپ کو دعوت دینے کی راہ سجھائی تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے ہی مشورے سے پینتالیس یا اس سے زیادہ مردانِ بنو عبد مناف کو ایک گھر میں جمع کیا تھا۔ پھوپھیوں نے دو اور مشورے بھی دیئے تھے: ایک یہ کہ خواتین کو پہلے جمع نہ کیا جائے کہ وہ اپنے مردوں کی تابع ہوتی ہیں۔ یہ مشورہ آپ ﷺ نے مان لیا۔ دوسرا یہ کہ ابو لہب ہاشمی کو دعوت نہ دی جائے کہ ان کے گڑبڑ کرنے کا خطرہ تھا۔ یہ مشورہ آپ ﷺ نے نہیں مانا۔ ایک دعوت نتیجہ خیز نہیں رہی تو پھوپھیوں کے دوسرے مشورے پر دوسری دعوت کی جو بہتر ثابت ہوئی۔[34]

دیکھئے کہ سرور کائنات ﷺ نے اپنی رشتہ دار معزز خواتین کے مشورے کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور دعوت دین کے حوالے سے ان کے مشورے پر عمل فرمایا۔ اس سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ خواتین کے مشوروں کو سننا بھی سرور کائنات ﷺ کی سنت ہے۔ اس پر حالات و واقعات کی رعایت کے ساتھ عمل بھی کرنا چاہئے۔ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ بعثت کے بعد دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں محنت و کوشش دراصل اللہ کی جانب سے عطا کردہ اس فریضے کی ادائیگی تھی جس کی بنیاد پر دنیا کی اولین اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا گویا ایک لحاظ سے آپ ﷺ کی پھوپھیوں کا یہ مشورہ مملکت کے قیام کی جدوجہد کو اچھے انداز سے لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے حوالے سے مشاورت و معاونت کے عمل کا ایک مظہر تھا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نبی اخر الزماں ﷺ کو مشورہ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حنین کے دن نبی کریم ﷺ کو فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہونے والوں کے بارے میں مشورہ دیتے ہوئے حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ، اقْتُلْ مَنْ بَعْدَنَا مِنَ الطُّلَقَاءِ انْهَزَمُوا بِكَ؟، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" يَا أُمَّ سُلَيْمٍ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَفَى وَأَحْسَنَ))[35]

"ہمارے سوا جو لوگ جھوٹے ہیں (فتح مکہ کے روز) ان کو مار ڈالیے انہوں نے شکست پائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس وجہ سے مسلمان ہو گئے اور دل سے مسلمان نہیں ہوئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :اے ام سلیم! کافروں کے شر کو اللہ تعالیٰ کفایت کر گیا اور اس نے ہم پر احسان کیا۔"

اس واقعے میں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے دیئے گئے مشورے کو نبی اکرم ﷺ نے سنا ضرور لیکن ان کے دیئے گئے مشورے کے مقابلے میں اپنی حکمت عملی اور فراست کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے ایسا جواب عنایت فرمایا کہ وہ مطمئن ہو گئیں۔ اور آپ ﷺ نے اپنی پسند کے مطابق عمل کیا۔

نتیجہ

اسلام کی آمد سے پہلے خواتین کا سماجی و سیاسی کردار بہت محدود تھا۔ اسلام نے عورت کو سماجی و معاشرتی زندگی میں پر وقار مقام عطا کیا۔ سرور کائنات ﷺ نے اپنی تعلیمات میں خواتین سے بہترین سلوک اور ان سے معاملاتِ زندگی میں مشاورت کی تعلیم دی۔اس کی واضح ترین مثال ابتدائے اسلام میں زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار ہے۔اس کے بعد حیات طیبہ کے مختلف مراحل اور مختلف واقعات میں سرور کائنات ﷺ کو خواتین کی جانب سے مشورے دیئے گئے جن پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے کبھی بھی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ انہیں قبول فرما کر ان پر عمل بھی فرمایا۔ خصوصاً حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل آج کے مسلمان مرد و خواتین کے لئے مشعلِ راہ ہے جن کا نکتہ نظر خواتین کے متعلق نبی رحمت ﷺ کے عمل کے بر عکس ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 آل عمران،3:159

2 الشوریٰ،42:38

3 بہ تلخیص غازی، محمود احمد،ڈاکٹر،اسلامی ریاست دور جدید میں،ماہنامہ تعمیر افکار،اگست 2015،جلد16،شمارہ8۔ص،29تا48

4 الشوریٰ،42:38

5 دارمی،عبداللہ بن عبدالرحمن(م ۲۵۵ھ)۔السنن۔باب التورع عن الجواب فیما لیس فی کتاب ولاسنۃ۔قدیمی کتب خانہ،کراچی۔ص28

6 طبرانی،ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی(م ۳۶۰ھ)،المعجم الاوسط،مکتبہ ابن تیمیہ،قاہرہ،ج11،رقم الحدیث:12042

7 آل عمران،3:159

8 بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل(م256ھ)،الجامع الصحیح،کتاب المغازی،باب غزوۃ الحدیبیہ،رقم الحدیث:4179

9 ترمذی،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ(م279ھ)،السنن،کتاب الفتن،ماجاء فی النہی عن سب الریاح۔بیروت،لبنان:دارالغرب الاسلامی،1998ء،رقم الحدیث:2266

10 ہیثمی،نورالدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان(735۔807ھ)۔مجمع الزوائد۔بیروت،لبنان:دارالکتاب العربی،۱۹۹۴ء،ج8۔ص181۔ابوداؤد،السنن أبواب النوم،باب فی المشورۃ،رقم الحدیث:5128۔ترمذی،محمد بن عیسی،السنن،کتاب الادب،باب ان المستشار مؤتمن،رقم الحدیث:2822

11 مودودی،سید ابوالاعلیٰ،اسلامی ریاست،مرتب:پروفیسر خورشید احمد،اسلامک پبلیکیشنز،لاہور،ص:402

12 مدخل فی النظریۃ العامۃ للفقہ الاسلامی،۱۰۱،بحوالہ الصلابی،علی محمد،ڈاکٹر،الشوری فریضۃ اسلامیۃ،بیروت،دار ابن کثیر،ص:128

13 الصلابی،علی محمد،ڈاکٹر،الشوری فریضۃ اسلامیۃ،ص:130

14 الصلابی، علی محمد، ڈاکٹر، الشوری فریضۃ اسلامیہ، ص:131-130

15 مودودی، ابوالاعلیٰ، سید۔ اسلامی ریاست، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ص:155

16 الشوریٰ، 38:42

17 بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن موسی خراسانی (م458ھ)، السنن الکبری کتاب آداب القاضی،، باب من یشاور، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، رقم:20119

18 بیہقی، السنن الکبری کتاب آداب القاضی،، باب من یشاور، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، رقم:20332

19 ابن قتیبہ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (م۲۷۶ھ)، عیون الاخبار، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1418ھ، ج1، ص:82

20 بخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب، رقم:3

21 الشوکانی، محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الیمنی الشوکانی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ)، نیل الاوطار، (مصر: دار الحدیث، ۱۴۱۳ھ) ج8، ص:41

22 بخاری، الصحیح، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد، ج۲، ص:۹۷۸، رقم:۲۷۳۱-۲۷۳۲۔ صنعانی، ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری (م211ھ)، المصنف، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، تحقیق: حبیب الرحمن اعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع دوم، 1403ھ، 340:5، رقم:9720

23 قطب محمد علی، زوجات الانبیاء وامھات المؤمنین، دار الثقافۃ للنشر، 1425ھ، ص152

24 واقدی، ابوعبداللہ محمد بن عمر (م207ھ)۔ کتاب المغازی، تحقیق: ڈاکٹر مارسدن جونز، عالم الکتب بیروت۔ ۱۹۷۶ء، ج2، ص: 616-613

25 محمد طاہر، ڈاکٹر، سیرت امہات المومنین (حصہ دوم)، فرید بکڈپو، نئی دہلی، انڈیا، 2016ء، ص:266

26 عبارت یہ ہے: وَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوَابَ مَا أَشَارَتْ بِهِ فَفَعَلَهُ فَلَمَّا رَأَى الصَّحَابَةُ ذَلِكَ بَادَرُوا إِلَى فِعْلِ مَا أَمَرَهُمْ بِهِ إِذْ لَمْ يَبْقَ بَعْدَ ذَلِكَ غَايَةٌ تُنْتَظَرُ وَفِيهِ فَضْلُ الْمَشُورَةِ وَأَنَّ الْفِعْلَ إِذَا انْضَمَّ إِلَى الْقَوْلِ كَانَ أَبْلَغَ مِنَ الْقَوْلِ الْمُجَرَّدِ وَلَيْسَ فِيهِ أَنَّ الْفِعْلَ مُطْلَقًا أَبْلَغُ مِنَ الْقَوْلِ وَجَوَازُ مُشَاوَرَةِ الْمَرْأَةِ الْفَاضِلَةِ ۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر ()، فتح الباری شرح صحیح البخاری، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، بیروت، دار المعرفۃ، 1379ھ، ج5، ص:347

27 عسقلانی، أبوالفضل احمد بن علی، فتح الباری، دار المعرفۃ، بیروت، 1379ھ، ج5، ص347

28 کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، سیرۃ المصطفیٰ، مکتبہ عثمانیہ، بیت الحمد، لاہور، س۔ن، ج۱، ص۸۲۶۔۸۲۷

29 اس وقت آپ ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے نکاح میں تھیں۔ ابن ہشام، اسرۃ النبویۃ، تحقیق: عمر عبد السلام تدمری، دار الکتاب العربی، بیروت، طبع سوم، ۱۴۱۰ھ، ج۱، ص ۳۵۴

30 قریش کے سفارتکاروں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کے عقائد پر بات کی تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے ان کی باتوں کا جواب دیا اور سورہ مریم کی تلاوت کی۔ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے عیسائیوں کا عقیدہ کچھ اور تھا اور اس

میں ان کی بشریت اور آدمیت کا ذکر تھا، الوہیت کا ذکر نہیں تھا۔ اس پر عمرو بن العاص نے گرفت کی اور مسلمانوں کی حوالگی کا پر زور مطالبہ کیا۔ لیکن بادشاہ نے اس سے انکار کیا اور عقائد کے حوالے سے مسلمانوں کے مؤقف کی حمایت کی۔

31 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ا، ص: ۳۶۰ تا ۳۶۴

32 بخاری، محمد بن اسماعیل (م 256ھ)۔ الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی فی زوج بریرہ، رقم: 5283

33 بخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، کتاب الشھادات، باب تعدیل النساء بعضھن بعضا، رقم: 2661

34 صدیقی، محمد یسین، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ایک سماجی مطالعہ، لاہور، نشریات، 2008ء، ص: 3،2 بحوالہ بلاذری، انساب الاشراف، 119/1، 118۔ مصعب زبیری، نسب قریش، ص: 20-17۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، تراجم عمات، جمھرۃ انساب العرب، ابن سعد، 45/8، 41۔ یاسین مظہر صدیقی، بنو عبد مناف، ، عظیم تر خاندان رسالت، معارف، اعظم گڑھ، فروری، مارچ 1996ء، عبد المطلب ہاشمی، رسول اکرم ﷺ کے دادا، دہیلی، لاہور، 2004ء، ص: 2۔50

35 قشیری، مسلم بن الحجاج (م 261ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ النساء مع الرجال، ج ۵، ص: ۱۹۶، رقم الحدیث: ۴۶۸۰